اجتہاد کا مفہوم، ثبوت، اہمیت اور تقاضے، ایک ارتقائی مطالعہ

The Meaning of Ijtihad, Evidence, Importance and Requirements, an Evolutionary Study

Ghulam Dastgir Ahmad
Ph.D. Research Scholar MY University, Islamabad
Email: ghulamdastgir416@gmail.com
Dr. Abbas Ali Raza
Assistant Prof. Faculty of Social Sciences, Department of Islamic Studies, Lahore Garrison University, Lahore
Email: abbasaliraza@lgu.edu.pk

ABSTRACT

Ijtihad, a term derived from the Arabic root "j-h-d," meaning "to strive" or "to exert effort," is a fundamental concept in Islamic jurisprudence. It refers to the process of independent legal reasoning and interpretation by qualified scholars to derive legal rulings from the primary sources of Islamic law, namely the Quran and the Sunnah (the teachings and practices of the Prophet Muhammad). This paper aims to provide a comprehensive understanding of ijtihad, its evidence, importance, and requirements, through an evolutionary study that traces its development from the early period of Islam to the present day.

The study begins by examining the historical context in which ijtihad emerged, highlighting its significance in addressing new legal issues and adapting Islamic law to changing social and cultural contexts. It then explores the various sources of evidence used in ijtihad, including the Quran, the Sunnah, consensus (ijma), and analogical reasoning (qiyas), as well as the principles of legal interpretation (usul al-fiqh) that guide the process.

Finally, the study examines the requirements for engaging in ijtihad, including the acquisition of specialized knowledge in Islamic law, proficiency in Arabic, and adherence to ethical standards. It also discusses the challenges and controversies surrounding ijtihad, such as the tension between tradition and innovation, the role of personal discretion, and the potential for abuse or misuse. Overall, this paper provides a comprehensive overview of ijtihad, shedding light on its meaning, evidence, importance, and requirements, and highlighting its ongoing relevance and significance in contemporary Islamic thought and practice.

Keywords: Ijtihad, Importance, Innovation, Legal Ruling, Quran, Sunnah

اجتہاد کا لغوی معنیٰ:

اجتہاد الفت کے اعتبار سے بھی طاقت "مشقت" سے ماخوذ ہے بعض لوگوں نے اس کے مفہوم میں مشقت و طاقت اٹھانے میں انتہا کو پہنچنا بھی بتایا ہے۔

ابو الفیض شیخ الاسلام سید مرتضیٰ حسینی زبیدی واسطی بلگرامی مصری فرماتے ہیں

الجهد بالفتح الطاقة، قال إبن الأثير وهو بالفتح المشقة ، وقيل المبالغة والغاية، وبالضم الوسع والطاقة الإجتهاد افتعال من الجهد والطاقة، وفي التهذيب الجهد بلوغك غاية الأمر الذي لا يألو على الجهد فيه [1]

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

الاجتهاد بذل الجهدفی الطلب [2]

ترجمہ: کسی چیز کی طلب میں کوشش کرنا اجتہاد ہے

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں

الإجتهادوهو في اللغة تحمل الجهدأى المشقة [3]

ترجمہ: اجتہاد کا معنیٰ لغت میں کوشش کرنا یعنی مشقت کو اٹھانا ہے۔

اجتہاد کا اصطلاحی معنیٰ:

اسلام میں ایسے لوگوں کے لیے جو اپنی صلاحیت علمی میں ممتاز ہوں اور شرعی امور میں ایک خاص درجہ و مقام رکھتے ہیں انہیں مجتہد کہا جاتا ہے اور ان کو فیصلہ دینے اور ظاہر کرنے کا حق شریعت نے تسلیم کیا، جس کو اجتہاد کہا جاتا ہے۔

حضرت امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں

والإجتهاد بذل الوسع للتوصل إلى معرفة الحكم الشرعي[4]

ترجمہ: حکم شرعی کی معرفت کے لیے اپنی قوت کو صرف کرنا اجتہاد کہلاتا ہے۔

مشہور مفسر قرآن علامہ اسماعیل حقی حنفی خلوتی لکھتے ہیں

والإجتهاد بذل الفقيه الوسع ليحصل له ظن بحكم شرعى [5]

ترجمہ: اجتہاد فقیہ کا اپنی طاقت کو صرف کرنا تاکہ حکم شرعی کے ظن غالب کا حصول ہو جائے

اسی اجتہاد کی اصطلاحی تعریف میں حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

الإجتهاد بذل الوسع في طلب الأمر[6]

ترجمہ: کسی معاملہ کے حکم کی طلب میں اپنی قوت کو صرف کرنا اجتہاد ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اجتہاد کی اصطلاحی تعریف کے بارے میں فرماتے ہیں

اصطلاحا بذل الوسع للتوصل الى معرفة الحكم الشرعى[7]

ترجمہ: اصطلاح میں اجتہاد حکم شرعی کی معرفت کے حصول کے لیے طاقت کو صرف کرنے کا نام ہے۔

مشہور فقیہی علامہ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ فقہ حنفی کی مشہور کتاب ہدایہ کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں

والإجتهاد بذل الوسع والمجهود[8]

ترجمہ: اجتہاد (حکم شرعی کے حصول کے لیے) طاقت و قوت کو صرف کرنے کا نام ہے۔

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی]م۷۹۳ھ تحریر فرماتے ہیں

وفي الإصطلاح استفراغ الفقيه الوسع لتحصيل ظن بحكم شرعى

وهذا هو المراد بقولهم بذل المجهود لنيل المقصود[9]

ترجمہ: اصطلاح میں اجتہاد فقیہ کا حکم شرعی ظنی کے حصول میں کوشش کے لیے خود کو فارغ کرلینا ہے۔ یہی ان کے قول مقصود کے حصول کے لیے کوشش کو صرف کرنے سے مراد ہے

ابن منظور لفظ جہد کے معنی اس طرح سے بیان کرتے ہیں:

الجهد والجهد الطاقة ... قبل الجهد المشقه و الجهد الطاقة طاقت اور توان ہے نیز کہا گیا ہے: جہد کا معنی مشقت اور جہد کا معنی طاقت ہے کو بیان کرتا ہے۔ پھر اس آیت: وَالَّذِينَ لَا يَجِدُونَ إِلا جُهْدَهُمْ کا معنی فراء نحوی سے ان الفاظ میں نقل کرتے ہیں: الجهد في هذه الآيه الطاقه تقول هذا جهدی ای طاقتی

اس آیت میں جہد توان اور طاقت کے معنی میں ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ میری توان اور طاقت میں ہے۔

ابن عرفہ سے اس معنی کو مبالغہ اور نہایت کے معنی کے اضافے کے ساتھ نقل کرتے ہیں: الجهد بضم الجيم الوُسع والطاقه والجهد المبالغه والغايه ومنه قوله عز وجل جهد أيمانهم أى بالغوا في اليمين واجتهدوا فيها اور پھر لکھتے ہیں کہ الاجتهاد و التجاهد بذل الوسع و المجهود اجتہاد اور تجاہد طاقت اور توان کو بروئے کار لانا ہے۔[10]

اجتہاد کا شرعی حکم:

جمہور علماء مسلمین اجتہاد کی حجیت کے قائل ہیں اجتہاد کی حجیت کتاب و سنت سے ثابت ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے

يَأَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنوا أَطِيعُوا اللهَ وَأَطِيعُوا الرّسولَ وَأُولِي الأَمْرِ مِنكُم فَإِن تَنَزَعْتُم فِي شَيْءٍ
فَرُدّوهُ إِلَى اللهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُم تُؤْمِنونَ بِاللَّهِ وَاليَومِ النَّاخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا [11]

ترجمہ: اے ایمان والو! حکم مانو اللہ تعالیٰ کا اور حکم مانو رسول ﷺ کا اور اولی الامر کا جو تم میں سے ہوں، پھر اگر جھگڑ پڑو کسی چیز میں تو اسے لوٹاو اللہ تعالیٰ اور رسول میں اللہ کی طرف، اگر تم ایمان ویقین) رکھتے ہو اللہ پر اور قیامت کے دن پر، یہ بات اچھی ہے اور بہت بہتر ہے اس کا انجام۔

اس آیت میں فقہی ادلہ اربعہ (فقہ کے چاروں دلائل) کی طرف اشارہ ہے

(1) أَطِيعُوا اللهَ سے مراد قرآن ہے

(2) أطِيعُوا الرسول سے مراد سنت ہے

(3) اُولی الأمر یعنی حکم دینے والوں سے مراد علماء وفقہاء ہیں، ان میں اگر اتفاق ہو تو اسے اجماع فقہاء کہتے ہیں، لہذا اجماع علماء وفقہاء کو بھی مانو

(4) اور اگر ان اُولی الامر (علماء وفقہاء) میں اختلاف ہو تو ہر ایک مجتہد ماہر عالم کا اپنی رائے سے اجتہاد کرتے اس غیر واضح جدید اختلافی مسائل کا قرآن وسنت کی طرف لوٹانا اور استنباط (یعنی نکال باہر) کرنے کو اجتہاد شرعی یا قیاس مجتہد کہتے ہیں

حدیث رسول علیہ السلام میں اجتہاد کی اصل:

مشہور حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالی عنہ کو یمن کا معلم (تعلیم دینے والا) اور حاکم بنا کر بھیجا تا کہ وہ لوگوں کو دین کے مسائل بتائیں اور فیصلہ کریں

عَنْ مُعَاذٍ أَنْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مُعَاذًا إِلَى الْيَمَنِ فَقَالَ كَيْفَ تَقْضِي فَقَالَ أقضى بِمَا فِي كِتَابِ اللَّهِ قَالَ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِي كِتَابِ اللهِ قَالَ فَبِسُنَّةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِي سُنَةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِي سُنَةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَجْتَهِدُ رَأْبِي وَلَا آلُو فَضَرَبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدْرَهُ، وَقَالَ: الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِى وَفَقَ رَسُولَ رَسُولِ اللهِ لِمَا يُرْضِى رَسُولَ اللهِ [12]

ترجمہ: جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجنے کا ارادہ کیا فرمایا تم کس طرح فیصلہ کرو گے جب تمہارے پاس کوئی مقدمہ پیش ہو جائے انہوں نے فرمایا کہ اللہ کی کتاب سے فیصلہ کروں گا آپ نے فرمایا اگر تم اللہ کی کتاب میں وہ مسئلہ نہ پاؤ تو فرمایا کہ رسول اللہ والے کی سنت کے مطابق فیصلہ کروں گا حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر سنت رسول میں بھی نہ پاؤ تو اور کتاب اللہ میں بھی نہ پاؤ تو انہوں نے کہا کہ اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اور اس میں کوئی

کمی کوتاہی نہیں کروں گا، رسول اللہ اللہ نے ان کے سینہ کو تھپتھپایا اور فرمایا کہ اللہ ہی کیلئے تمام تعریفیں ہیں جس نے اللہ کے رسول کے رسول (معاذ) کو اس چیز کی توفیق دی جس سے رسول اللہ راضی ہیں۔

اہل سنت اور اجتہاد:

اہل سنت علماء نے اجتہاد کے معنی بیان کرتے ہوئے مختلف معانی ذکر کیے ہیں انہیں دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے

اجتہاد کے مخصوص معنی:

اس کی توضیح کے لیے ضروری ہے کہ ان کے علماء اور متقین کی کتابوں سے چند ایک نمونے ذکر کئے جائیں تاکہ قارئین کو معلوم ہو سکے کہ اجتہاد مختلف معنوں کے لئے استعمال ہوا ہے ان میں سے کچھ معانی ایسے ہیں جنہیں اسلام نے اچھی نگاہ سے نہیں دیکھا اور ایسا اجتہاد کرنے کی اسلام نے اجازت نہیں دی ہے اور اسلام نے اس اجتہاد سے منع کیا ہے اور کچھ معانی ایسے ہیں جن کی روایات سے تائید ہوتی ہے۔

محمد بن ادریس شافعی اجتہاد کو قیاس کے ہم معنی اور مساوی سمجھتے ہیں یعنی اجتہاد اور قیاس کو ایک ہی چیز کے دو نام دیتے ہیں جیسا کہ وہ اپنی تصنیف الرسالہ میں القیاس کے ذیل میں لکھتے ہیں قیاس کیا ہے کیا یہ وہی اجتہاد ہے یا ان کے درمیان کوئی فرق ہے میں کہتا ہوں کہ اجتہاد اور قیاس کے ایک ہی معنی ہیں۔ پھر مزید لکھتے ہیں: شریعت میں جس جگہ ایک خاص موضوع کے لیے کوئی معین حکم موجود نہ ہو وہاں اجتہاد کے ذریعے اس کا حکم لیا جائے گا۔ اجتہاد وہی قیاس ہے [13]

ابن منظور اجتہاد شرعی کا معنی اس طرح بیان کرتے ہیں: اجتہاد کرنا یعنی کسی مسئلہ کے لیے کتاب و سنت سے قیاس کے ذریعے حکم معلوم کرنا ہے

آیته الله حسین علی منتظری دراسات فی ولایة الفقیه وفقه الدولة الاسلامیة میں ابن منظور کے قول کو لسان العرب سے نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں: ابن منظور کی قیاس سے شاید عقلی و ظنی استحسانات اور قیاس سے عام معنی مراد ہو اور آئمہ کے زمانے میں یہی معنی رائج تھا اور اسی اجتہاد اور رائے کو ہماری روایات میں منع کیا گیا ہے۔ مصطفی عبدالرزاق کی رائے میں اجتہاد کو استحسان رائے، استنباط اور قیاس کے ہم معنی سمجھتے ہیں

استاد عبدالوہاب کے نزدیک اجتہاد کے معنی کو محمد تقی حکیم نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے: ایسے مسائل اور موضوعات کہ جن کے بارے میں کوئی خاص نص بیان نہ ہوئی ہو وہاں رائے اور اپنی شخصی نظر کو بروئے کار لاتے ہوئے کسی حکم کو اخذ کرنا اجتہاد کہلاتا ہے۔ [14]

جمال عبد الناصر اجتہاد کی دو اقسام میں سے دوسری قسم کے ذیل میں لکھتے ہیں: جس مسئلے کے متعلق شریعت میں نہ تو کوئی نص ہو اور نہ ہی وہاں فقہاء کا اجماع ہو، وہاں مجتہد کا نظر و قیاس کے ذریعہ حکم اخذ کرنا اجتہاد کہلاتا ہے۔[15]

بہر حال علماء کی ان تحریروں سے اس بات کا یہ نتیجہ نکالنا کوئی مشکل نہیں کہ برادران اہل سنت کے نزدیک قیاس، رائے شخصی فکر، استحسان وغیرہ کا دوسرا نام اجتہاد ہے یعنی معنی کے لحاظ سے ان تمام الفاظ میں کوئی خاص تفاوت نہیں ہے۔

اہل سنت علماء کا قیاس اور رائے وغیرہ کو اجتہاد کے ہم معنی سمجھنے کی وجہ شاید صحابہ کا اپنی زندگی میں رائے اور قیاس پر عمل کرنا ہو جس کا تذکرہ بعض علماء نے روش صحابہ کو یوں ذکر کرتے ہیں

خضری بک کہتے ہیں صحابہ کے پاس جب ایسے مسائل پیش ہوتے کہ جن کے بارے میں کتاب وسنت میں کوئی واضح حکم موجود نہ ہوتا تو صحابہ مجبور ہو کر قیاس کا سہارا لیتے جسے وہ رائے سے تعبیر کرتے۔ حضرت ابو بکر اسی طرح کرتے تھے۔ جب کتاب میں کسی حکم کو نہ پاتے اور لوگوں کے پاس سنت بھی موجود نہ ہوتی تو وہ لوگوں کو جمع کرتے اور ان سے مشورہ کرتے۔ جب تمام ایک رائے پر متفق ہو جاتے تو اس کے مطابق حکم لگاتے اور طرح جب حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے قاضی شریح کو کوفہ کا قاضی مقرر کیا تو اسے کہا: جس چیز کے بارے میں قرآن کا حکم نہ ہو وہاں سنت میں دقت کرو اور اگر سنت سے بھی حکم نہ مل پائے تو اپنی رائے اور اجتہاد کے ذریعے حکم بیان کرو۔ اس طرح حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ کے بارے میں نقل کرتے ہیں ان سے مفوضہ کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا ان کے متعلق اپنی رائے کو بیان کرتا ہوں اگر صحیح ہو تو یہ خدا کی جانب سے اور اگر درست نہ ہو تو یہ میری اور شیطان کی طرف سے ہے، خدا اور اس کا رسول اس سے بری الذمہ ہیں۔ تاریخ مذاہب اسلامی کے مصنف ابو زہرہ کے بقول صحابہ کے نزدیک اجتہاد؛ قیاس، استحسان، برائت اصلیہ اور مصالح مرسلہ کو شامل تھا۔

اجتہاد کا عام معنی:

ابو اسحاق شیرازی نے کہا کہ فقہاء کی اصطلاح میں حکم شرعی کی جستجو میں ممکنہ حد تک کوشش کرنا اجتہاد ہے۔[16]

آمدی نے کہا کہ اصولیوں کے نزدیک احکام شرعیہ میں سے کسی چیز کے متعلق ظنی حکم حاصل کرنے کیلئے انسان کا اس حد تک کوشش کرتا ہے کہ اس سے زیادہ مزید کوشش سے وہ عاجز ہو تو اسے اجتہاد کہتے ہیں۔[17]

اجتہاد کی اقسام:

اجتہاد کو چند لحاظ سے تقسیم کیا گیا ہے مثلا اجتہاد تام اور ناقص حکم جانے کیلئے مطلق نظر کرنا اجتہاد ناقص ہے اور یہ تم حالات کے لحاظ سے مختلف ہوتی ہے۔

اجتہاد تام میں مجتہد حکم شرعی کے حصول میں اس حد تک کوشش کرتا ہے کہ وہ مزید کوشش کرنے سے سے عاجز ہوتا ہے۔[18]

اجتہاد معتبر اور غیر معتبر: اجتہاد کے لیے ضروری چیزوں کی معرفت رکھنے والے کا اجتہاد اجتہاد معتبر اجتہاد کے لیے ضروری چیزوں سے آگاہ نہ رکھنے والے کا اجتہاد، اجتہاد غیر معتبر ہے۔[19]

آقا کریم علیہ السلام کے زمانے میں صحابہ کا اجتہاد:

اس کے لیے سیرت نبی اکرم ﷺ سے بنی قریظہ کے واقعہ کو پیش کیا جاتا ہے اس واقعہ کو کتب حدیث میں ذکر کیا گیا ہے کہ احزاب سے واپسی کے موقع پر رسول اکرم نے ارشاد فرمایا

ان لا یصلین احد العصر الا فی بنی قریظه

ترجمہ: کوئی ایک نماز عصر کو بنی قریظہ سے پہلے نہ پڑھے۔

دوران سفر کچھ لوگوں نے نماز کا وقت گزر جانے کے خوف کی وجہ سے بنی قریظہ پہنچنے سے پہلے نماز عصر کو ادا کیا اور کچھ لوگوں نے بنی قریظہ پہنچنے سے پہلے حکم رسول خدا کے مطابق نماز ادا نہیں کی اور آپ نے انہیں گناہگار بھی شمار نہیں کیا۔ پہلے گروہ نے لایصلین .... سے یہ سمجھا کہ نبی اکرم نیہ یہ کہہ رہے ہیں کہ ہم سفر کو سرعت-محبت سے طے کریں تاکہ نماز عصر کو وہاں جاکر ادا کیا جائے اور جب دیکھا کہ ہم وادی بنی قریظہ میں وقت نماز عصر میں نہیں پہنچ سکیں گے تو انہوں نے نماز کو اس کے وقت کے اندر ادا کیا اور رسول اکرم ﷺ نے ان دو گروہوں کے مختلف عمل کے باوجود ان کی سرزنش اور توبیخ نہیں کی۔[20]

اسی طرح کتب تاریخ اور حدیث میں سعد بن معاذ رضی اللہ تعالی عنہ کا بنی قریظہ کے متعلق فیصلہ منقول ہے کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں بنی قریظہ کے معاملے میں حاکم مقرر کیا تو انہوں نے تمام مردوں کے قتل اور بچوں اور عورتوں کو قیدی بنانے کا حکم دیا۔ رسول اکرم ﷺ نے ان کے اس فیصلے کے بارے میں صرف یہ کہا تم نے خدا کے حکم سے یہ فیصلہ کیا ہے اور بعض احادیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا تم نے ملک کے ذریعے فیصلہ کیا ہے۔[21]

صحابہ کرام جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت سے دور ہوتے اور رسول خدا تک ان کے لیے رسائی ممکن نہ ہوتی تو اس وقت بھی اصحاب اپنے اجتہاد پر عمل کرتے جیسے تفسیر عیاشی میں حضرت زرارہ رضی اللہ تعالی عنہ کی حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت منقول ہے ایک دن حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالی عنہ رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی اے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں رات کو مجنب ہو

گیا اور میرے پاس غسل کے لیے پانی نہ تھا آپ علیہ السلام نے فرمایا تو پھر تم نے کیا کیا حضرت عمار نے جواب دیا میں نے لباس اتارا اور اپنے آپ کو مٹی میں غلطاں کیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا اس طرح تو گدھے کرتے ہیں اور اس کے بعد حضرت عمار کو تیمم کا طریقہ بتلایا۔[22]

اہل سنت کی کتب میں یہ واقعہ اس طرح نقل ہوا ہے کہ حضرت عمار رضی اللہ تعالی عنہ اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالی عنہ ایک سفر میں اکیلے تھے۔ دونوں مجنب ہو گئے تو حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے گزشتہ طریقے سے تیمم کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نماز نہیں پڑھی اور پھر جس طرح ہوا تھا اسے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے بیان کیا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا حدث اصغر اور حدث اکبر کے بدلے میں ایک ہی طرح سے تیمم کیا جاتا ہے ان کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ اس واقعہ میں آپ نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کوئی ایسی بات نہیں کی جس سے اجتہاد کے جائز نہ ہونے کا پتہ چلتا ہو۔

اجتہاد کی اقسام:

اجتہاد مطلق یا مجتہد مطلق اور اجتہاد تجزی یا مجتہد متجزی

اجتہاد مطلق: فقہ کے تمام ابواب میں استنباط کی قدرت اور صلاحیت کو اجتہاد مطلق کہا جاتا ہے۔

اجتہاد تجزی: فقہ کے بعض ابواب میں استنباط کی قدرت اور صلاحیت کو کہا جاتا ہے۔

اجتہاد بالقوہ والملکہ یا اجتہاد بالفعل :

اجتہاد بالقوہ والملکہ مجتہد میں حکم شرعی کے استنباط کی قدرت یا صلاحیت ہو لیکن اس نے عملی طور پر استنباط نہیں کیا یا بہت کم مسائل کے بارے میں کیا ہے **اجتہاد بالفعل:** مجتہد میں حکم شرعی کے استنباط کی قدرت یا صلاحیت ہو اور وہ عملی طور استنباط کرتا ہو اور احکام شرعیہ کو ان کی ادلہ کے ساتھ جانتا ہو۔

مقدمات اجتہاد:

علم صرف، نحو، لغت، منطق، رجال، اصول فقہ و کتاب و سنت و محاورات عرفی وغیرہ ایسے علوم ہیں کہ اجتہاد کیلئے ان علوم سے واقفیت ضروری ہے۔

شرائط مجتہد:

ایک مجتہد کا بالغ، عاقل، مذکر، ایمان، عدالت، دنیا کا حریص نہ ہونا، حلال زادہ ہونا وغیرہ ہونا ضروری ہے۔
بعض علماء نے مجتہد کے غلام نہ ہونے کی شرط ذکر کی لیکن ساتھ ہی ذکر کیا کہ اس شرط پر کوئی عقلی یا شرعی دلیل موجود نہیں ہے لیکن یہ کہا جائے گا کہ مرجعیت کا منصب اس کے ساتھ سازگاری نہیں رکھتا ہے۔

اجتہاد کا حکم:

اجتہاد حکم تکلیفی یعنی وجوب، حرمت، استحباب، کراہت، اباحہ اور حکم وضعی حکم تکلیفی کے علاوہ احکام حکم وضعی کہلاتے ہیں جیسے ملکیت، زوجیت، رقیت، باطل ہونا، فاسد ہونا کے لحاظ سے قابل توجہ ہے۔ اجتہاد کے وجوب کو دو طرح انسان کے اعمال انجام دینے یا فتوی اور قضاوت کے لحاظ سے بیان کیا جاتا ہے: خدا کی طرف سے انسان کیلئے کچھ احکامات مقرر ہوئے ہیں جنہیں اسے انجام دے کر اطمینان حاصل کرنا ہے۔ اس بات کے پیش نظر کچھ علماء اس بات کے قائل ہیں کہ اجتہاد کا وجوب انسان کیلئے تخییری (اختیاری) ہے کیونکہ عام طور پر انسان ان احکامات کو تین راستوں میں سے کسی ایک کے ذریعے ان احکامات کو بجالا سکتا ہے

پہلا طریقہ انسان اس حکم کی تمام احتمالی صورتوں کو بجالائے تا کہ اسے اطمینان حاصل ہو جائے میں نے حکم الٰہی کو انجام دے دیا ہے اسے احتیاط کہا جاتا ہے۔ دوسرا طریقہ وہ کسی ایسے شخص کی طرف رجوع کرے جو اس حکم کے انجام دینے کے طریقے کو جانتا ہو اور وہ اس شخص کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق حکم کو انجام دے یہ تقلید کہلاتا ہے۔ تیسرا طریقہ انسان خود علم حاصل کرے کہ حکم الٰہی کو کس طرح انجام دیا جائے اور پھر اس علم کے مطابق حکم الٰہی کو بجالائے اسے اجتہاد کہا جاتا ہے۔

اجتہاد کیا ہے:

اجتہاد سے مراد آزادانہ رائے قائم کرنا نہیں ہے۔ اجتہاد سے مراد یہ ہے کہ قرآن وسنت جو اسلام کے اصل مصادر ہیں، ان پر غور کر کے قیاسی یا

استنباطی طور پر شریعت کے نئے احکام معلوم کرنا۔ حقیقت یہ ہے کہ اجتہاد بھی تقلید ہی کی ایک قسم ہے۔ عام مقلد فقہاء کی تقلید کرتا ہے، اور مجتہد وہ ہے جو خدا اور رسول کی تقلید کرے اور قرآن وحدیث کے نصوص پر غور کر کے براہ راست طور پر احکام کا استنباط کرے۔ اجتہاد سے مراد وہی فکری عمل ہے جس کو قرآن میں استنباط کہا گیا ہے فقہاء کی اصطلاح میں اسی کا نام قیاس ہے۔ دوسرے لفظوں میں اُس بات کو اس طرح بھی بیان کیا جا سکتا ہے کہ اجتہاد سے مراد بالواسطہ اخذ احکام ہے، جب کہ براہ راست اخذ احکام کی صورت بظاہر موجود نہ ہو۔ استنباط کا لفظ نبط سے ماخوذ ہے نبط کے لفظی معنی ہیں زمین کے اندر سے پانی نکلنا۔ استنبط البئر کے معنی ہوتے ہیں کنواں کھود کر اس سے پانی نکالنا۔ اس سے یہ کہا جاتا ہے کہ "استنبط الفقہ یعنی فقیہ نے قرآن وحدیث پر غور کر کے اس کے پوشیدہ معنی کو نکالا۔ مفسر القرطبی نے لکھا ہے یعنی استنباط کے معنی استخراج کے ہیں۔ اس کا مطلب ہے نص اور اجماع کی غیر موجودگی میں اجتہاد کر کے شریعت کا حکم معلوم کرنا۔ فقہاء اسلامی نے دوسری صدی ہجری میں اجتہاد کا یہی کام کیا۔ عباسی خلافت کے زمانہ میں کثرت سے نئے

مسائل پیدا ہوئے۔ ان مسائل کا براہ راست یا منصوص جواب بظاہر قرآن و سنت میں موجود نہ تھا۔ اس وقت فقہاء اسلام نے اجتہاد کے ذریعہ اس مسلہ کو حل کیا۔ انہوں نے قرآن و سنت کے نصوص سے قیاس یا استنباط کے ذریعہ نئے حالات کے لئے شرعی احکام معلوم کئے۔ اسی اجتہاد کا یہ فائدہ تھا کہ اہل اسلام کے قافلہ نے بدلے ہوئے حالات میں اپنی لئے شرعی رہنمائی پالی۔ تاریخ میں ان کا سفر کسی رکاوٹ کے بغیر مسلسل جاری رہا۔

مگر دوسری اور تیسری صدی ہجری کے بعد اہل اسلام کے درمیان بعض اسباب سے ایک غلط تصور قائم ہو گیا، وہ یہ کہ قرآن و سنت سے براہ راست طور پر جو اجتہاد استنباط کرنا تھا وہ اس ابتدائی دور کے فقہاء نے تکمیلی طور پر انجام دے دیا۔ اب براہ راست نصوص سے احکام اخذ کرنے کی ضرورت نہیں۔ بعد کے مسلمانوں کے لئے کرنے کا جو کام ہے وہ یہ ہے کہ وہ ان فقہاء کی کتابوں کو پڑھیں اور ان پر غور کر کے بعد کے زمانوں کے لئے شرعی احکام معلوم کرتے رہیں۔ اس طرح اسلام کی علمی تاریخ میں عباسی دور کے فقہاء کو مجتہد مطلق کا درجہ مل گیا اور بعد کے دور کے فقہاء کو صرف مجتہد مقید کا۔ دور اول کے فقہاء کا اجتہاد قرآن و سنت پر مبنی ہوتا تھا مگر بعد کے علماء کے لئے اجتہاد کا مطلب صرف یہ رہ گیا کہ وہ دور اول کے فقہاء کے دائرہ میں رہتے ہوئے اپنے لئے شرعی احکام کا تعین کریں۔

اجتہاد: یہ شریعت کے تقاضوں میں سے ایک اہم تقاضہ ہے اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اس کی ترغیب دی ہے۔ آپ نے معروف صحابی حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالی عنہ کو یمن کا عامل بنا کر بھیجا تو اس موقع پر ان سے انٹرویو لیا جسے حدیث کی بہت سی کتابوں میں نقل کیا گیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تمہارے سامنے کوئی معاملہ پیش ہو تو فیصلہ کیسے کرو گے؟ جواب دیا کہ قرآن کریم کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سوال کیا کہ اگر کتاب اللہ میں کوئی حکم نہ ملا تو پھر کیا کرو گے؟ جواب دیا کہ آپ کی سنت کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ نبی کریم علیہ السلام نے پھر دریافت کیا کہ اگر میری سنت میں بھی کوئی حکم نہ ملا تو پھر کیا کرو گے؟ جواب دیا کہ پھر میں اپنی طرف سے کوشش (اجتہاد) کروں گا اور صحیح فیصلہ تک پہنچنے میں کوئی کوتاہی روا نہیں رکھوں گا۔ اس پر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہہ کر حضرت معاذ بن جبل کے جواب کی توثیق و تصویب فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے نمائندہ کو اس بات کی توفیق عطا فرمائی ہے جس کو اللہ تعالیٰ خود پسند فرماتے ہیں۔ تو گویا آنحضرت نے اہل علم کو اس بات کی اجازت دی ہے کہ جس مسئلہ میں قرآن کریم اور سنت رسول کا علم واضح نہ ہو اس میں وہ اپنے علم کی بنیاد پر رائے قائم کریں اور اس کے مطابق فیصلہ دے دیں۔

اجتہاد خود جناب نبی اکرم علیہ السلام بھی کیا کرتے تھے کہ اگر کسی مسئلہ میں وحی نازل نہیں ہوتی تھی اور فیصلہ کرنا ضروری ہو جاتا تو اپنی صوابدید پر فیصلہ دیا کرتے تھے۔ لیکن چونکہ وحی جاری تھی اور بعض فیصلوں پر اللہ رب العزت کی طرف سے گرفت بھی ہو جاتی تھی جن میں سے کچھ کا ذکر قرآن کریم میں موجود ہے، اس لیے رسول اللہ کے کسی اجتہادی فیصلہ کے بعد اس کے خلاف وحی نازل نہ ہونے کی صورت میں بارگاہ ایزدی سے اس کی توثیق و تصدیق ہو جاتی تھی۔ اور اس خاموش توثیق کے ساتھ حضور کے فیصلوں کو وحی کی حیثیت حاصل ہو جاتی تھی اور اسی وجہ سے حدیث وسنت کو وحی حکمی شمار کیا جاتا ہے۔ حضرات صحابہ کرام کا معمول یہ تھا کہ قرآن کریم اور سنت نبوی میں کوئی فیصلہ واضح نہ ہوتا تو وہ اجتہاد کرتے تھے۔ اور حضرات صحابہ کرام میں ایسے بزرگوں کی بڑی تعداد موجود تھی جو اجتہاد کرکے فتویٰ دیتے تھے اور ان کا فتویٰ تسلیم کیا جاتا تھا۔ چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی نے حجۃ اللہ البالغہ میں خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھا ہے کہ جب ان کے سامنے کوئی مسئلہ پیش ہوتا تو وہ کتاب اللہ میں اس کا حکم تلاش کرتے تھے اور اس کے مطابق فیصلہ کر دیتے تھے۔ اگر کتاب اللہ میں حکم نہ ملتا تو رسول اللہ کی سنت میں حکم معلوم کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ اگر انہیں خود کوئی ایسی سنت یاد نہ ہوتی تو صحابہ کرام سے دریافت کرتے تھے کہ انہیں اس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی ارشاد معلوم ہو تو بتائیں۔ اور اس طرح کوشش کے بعد بھی اگر رسول اکرم علیہ السلام کا کوئی فیصلہ نہ ملتا تو پھر سرکردہ اور صالح افراد کو جمع کرکے مشورہ کرتے تھے اور اس کی روشنی میں فیصلہ فرما دیتے تھے۔

صحابہ کرام چونکہ براہ راست درسگاہ نبوی سے فیض یافتہ تھے اس لیے ان کے دور میں اس سلسلہ میں کوئی اصول وضع کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئی تھی۔ البتہ صحابہ کرام نے اس بارے میں اپنے طرز عمل کے ساتھ ایسے اصول قائم کر دیے تھے جو بعد میں مجتہدین کے لیے راہنما بن گئے۔ چنانچہ امام بیہقی نے السنن الکبری میں بیان کیا ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا معمول یہ تھا کہ کسی معاملہ میں فیصلہ کرتے وقت اگر قرآن وسنت سے کوئی حکم نہ ملتا تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا کوئی فیصلہ معلوم کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ اور اگر ان کا بھی متعلقہ مسئلہ میں کوئی فیصلہ نہ ملتا تو پھر خود فیصلہ صادر کرتے تھے۔ اور امام بیہقی نے ہی حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے نام حضرت عمر بن الخطاب کا یہ خط بھی نقل کیا ہے جو انہوں نے امیر المومنین کی حیثیت سے تحریر فرمایا تھا کہ جس معاملہ میں قرآن وسنت کا کوئی فیصلہ نہ ملے اور دل میں خلجان ہو تو اچھی طرح سوچ سمجھ سے کام لو اور اس جیسے فیصلے تلاش کرکے ان پر قیاس کرو، اور اللہ تعالیٰ کی رضا اور صحیح بات تک پہنچنے کا عزم رکھو۔[23]

اسی طرح امام بیہقی نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ایک خطبہ کا بھی حوالہ دیا ہے جس میں انہوں نے فرمایا کہ تمہارے پاس جو معاملہ در پیش ہو اس میں قرآن اور سنت نبوی کا کوئی فیصلہ نہ ملے تو یہ دیکھو کہ اس سے پہلے نیک بندوں نے اس کے بارے میں کیا فیصلہ کیا ہے اور فیصلہ نہ ملے تو پھر اپنی رائے سے اجتہاد کرو۔[24]

چنانچہ ان اکابر صحابہ کے ارشادات اور فیصلوں کی روشنی میں اجتہاد کے راہنما اصول یہ ہیں

قرآن کریم یا سنت رسول کا حکم جس مسئلہ میں واضح ہے اس میں اجتہاد کی گنجائش نہیں۔

قرآن و سنت میں واضح حکم نہ ملے تو سابقہ مجتہدین اور صالحین کے فیصلوں کی پیروی کی جائے۔

سابقہ مجتہدین اور صالحین کا بھی کوئی فیصلہ نہ ملے تو اپنی رائے سے اجتہاد کیا جائے۔

اپنی رائے سے اجتہاد کا معنی یہ نہیں کہ جیسے چاہے رائے قائم کر لی جائے۔ بلکہ قرآن کریم، سنت نبوی، اور ماضی کے مجتہدین کے فیصلوں میں زیر بحث مسئلہ سے ملتے جلتے مسائل و معاملات تلاش کیے جائیں اور ان پر قیاس کر کے نئے مسائل میں فیصلے کیے جائیں۔

صحابہ کرام کے بعد تابعین کا دور آیا تو اجتہاد کے لیے باقاعدہ اصول و ضوابط وضع کرنے کی ضرورت پیش آئی اور مذکورہ راہنما اصولوں کی روشنی میں بیسیوں مجتہدین نے قواعد و ضوابط مرتب کر کے ان کے مطابق اجتہادی کاوشوں کا آغاز کیا۔ تابعین میں سے حضرت امام ابو حنیفہ، تبع تابعین میں سے حضرت امام مالک اور ان کے بعد حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل کے وضع کردہ اصولوں کو امت میں قبولیت عامہ حاصل ہوئی اور ان کی بنیاد پر فقہی مکاتب فکر تشکیل پائے۔ ان مجتہدین نے صحابہ کرام کے حوالہ سے مذکورہ بالا راہنما اصولوں کے ساتھ ایک اور اہم اصول کا اضافہ کیا جو اس عمل کا فطری اور منطقی تقاضا تھا کہ اجتہاد کا حق ہر شخص کو حاصل نہیں ہے۔ بلکہ وہی شخص یہ حق استعمال کر سکے گا جس کو قرآن کریم پر سنت رسول پر عربی زبان پر، اور ماضی کے اجتہادات پر مکمل عبور حاصل ہو۔ کیونکہ اس کے بغیر اجتہاد کے دائرے کو ملحوظ رکھنا اس کے لیے ممکن نہیں ہو گا۔

چنانچہ یہ اجتہاد اور اس کے دائرہ و استحقاق کا ایک ابتدائی تعارف تھا جس سے اجتہاد کی ضرورت اور اس کی نوعیت کے بارے میں کسی حد تک واقفیت ہو جائے گی۔

اجتہاد اور عصر حاضر:

ہمارا آج کا مسلم معاشرہ بے شمار سیاسی، معاشی اور معاشرتی مسائل سے دوچار ہے جنہیں صرف اس صورت میں حل کیا جا سکتا ہے جب ہم اجتہاد سے کام

لیں، خصوصاً ایسے معاملات میں جن کے متعلق قرآن مجید یا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں کوئی براہ راست اور واضح نص موجود نہیں۔ ایسے

مسائل کے ضمن میں ہم موجودہ تجارتی لین دین اور اس سے متعلقہ امور کا ذکر کر سکتے ہیں جن میں بیمہ، ذاتی ملکیت کا حق، قومی ملکیت میں لے لینے کا تصور، جدید مالی قوانین اور محاصل، نظام حکومت، اسمبلیوں کے لیے عوامی نمائندوں اور سربراہ مملکت کے انتخاب کا طریقہ، مغرب کے جمہوری معمولات کے سیاق و سباق کے حوالے سے بالغ رائے دہی کا نظام بین الاقوامی قانون سے متعلق مسائل جیسے بود و باش سے تعلق رکھنے والے معاملات اور اس طرح بہت سے دوسرے مسائل لیکن یہ بات ملحوظ خاطر رہے کہ اجتہاد کسی صورت اور حالت میں قرآن و سنت کے احکام کے خلاف نہیں ہونا چاہیے۔ اسے لازمی طور پر اسلامی مقاصد سے ہم آہنگ ہونا چاہیے۔ جو افراد یا جماعتیں انفرادی طور پر یا اجتماعی صورت میں اجتہاد سے کام لیں، انہیں نہ صرف یہ کہ دینی علوم اور ان کے اصول و کلیات سے مکمل طور پر آگاہ ہونا چاہیے بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ وہ صاحبان تقویٰ اور اعلیٰ اخلاق و کردار کے حامل ہوں تاکہ وہ دینی مسائل میں استنباط و استخراج کا فریضہ اپنی ذاتی پسند و ناپسند اور نفسیاتی خواہشات و احساسات کے تقاضوں سے بالاتر رہ کر انجام دے سکیں۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اجتہاد کی وہ کون سی حدود ہیں جن کا اسلامی معاشرے میں بدلتے ہوئے تقاضوں کے مطابق متعلقہ قوانین میں ترمیم و اصلاح کے دوران ملحوظ رکھا جانا ضروری ہے؟ بالفاظ دیگر وہ کون سا طریقہ ہے جس کے ذریعے اسلامی نظام اجتہاد کو ہمارے جدید معاشرے میں بروئے کار آنا چاہیے؟ جیسا کہ سب اہل علم جانتے ہیں، اجتہاد کے ذریعے جو بات جاننے کی کوشش کی جاتی ہے، وہ یہ ہے کہ قانون کیا ہے؟ گویا اجتہاد کے ذریعے قانون میں ترمیم نہیں کی جاتی بلکہ اس کے ذریعے قانون سے آگاہی حاصل ہوتی ہے۔ چنانچہ اصول اجتہاد کے تحت وہ تمام معاملات جن کے بارے میں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام اور ہدایات واضح اور قطعی ہیں، ان میں کسی ترمیم اور تبدیلی کی گنجائش نہیں۔ اسی طرح جن معاملات پر کتاب و سنت کی روشنی میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اجماع ہو چکا، ان سے انحراف ممکن نہیں کیونکہ صحابہ کرام شاہد دین اول ہیں۔ انہی کی روایت کے ذریعے ہم تک قرآن پہنچا۔ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے مستفیض تھے اور علوم نبوت کے براہ راست حامل اور شارح تھے اور جو علم صحابہ کرام نے براہ راست آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیا اور اس کی تعبیر و تشریح کی، وہ معلم کتاب کی منشاء مراد ہے۔ البتہ وہ مسائل و معاملات جن کے بارے میں کتاب و سنت کی عبارات مختلف یا ایک سے زائد معنی کی محتمل ہیں اور ان کی تعبیر و تشریح میں ائمہ کے درمیان اختلاف ہے ان کے متعلق امت کے فقہاء عابدین ماحول، مقتضیات اور مملکت کے مفاد کے پیش نظر کسی ایک تعبیر و تشریح کو ترجیح دے سکتے ہیں یا کوئی جدید تعبیر و تشریح اختیار کر سکتے ہیں اور جن مسائل

کے بارے میں اصل ہدایات تو کتاب و سنت میں موجود ہیں، لیکن تفصیلات اور جزئیات موجود نہیں، ان کے بارے میں کتاب و سنت کی روشنی میں اجتہاد کے ذریعے احکام وضع کیے جاسکتے ہیں اور اس طرح وہ مسائل جن کا کتاب و سنت یا اسلامی فقہی ادب میں کوئی ذکر نہیں ہے، عہد حاضر کے جدید مسائل ہیں، ان کے متعلق اجتہاد کے ذریعے قوانین وضع کیے جاسکتے ہیں۔ شرط صرف یہ ہے کہ اجتہاد کے ذریعے وضع کیے جانے والے قوانین کتاب و سنت کی روح اور منشا کے خلاف یا منافی نہ ہوں۔

لہذا نہ صرف یہ کہ موجودہ دور میں اجتہاد کا جواز موجود ہے بلکہ اس سے کام لیا جانا ضروری ہے کیونکہ یہی ایک صورت ہے جس کے ذریعے ہم ترقی پذیر بنیادوں پر اسلامی معاشرے کی تجدید و احیا اور تنظیم نو کا فریضہ انجام دے سکتے ہیں۔ جس چیز کی ہمیں آج کے دور میں ضرورت ہے، وہ یہ ہے کہ ہم صرف اسلامی تعلیمات اور ہدایات کی روشنی میں خارجی قوتوں اور مغرب کے بنی اور ثقافتی غلبے سے متاثر ہوئے بغیر اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان کردہ ان اچھائیوں اور برائیوں کا اپنے اندر ادراک اور شعور پیدا کریں۔ یہاں تمام متعلقہ لوگوں کو آگاہ کرتے ہوئے یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ جب ہم اجتہاد کے عمل اور طریقے کی پیروی کریں تو ہمیں نص کی جانب سے بے توجہی نہیں برتنی چاہیے اور نہ قرآن و سنت کے باقاعدہ علم سے بے بہرہ ہونے اور اسلامی قانون اور فلسفہ قانون کے اصولوں سے لاعلم ہونے کی غلطی کرنی چاہیے۔ یہ صحیح ہے کہ اسلام پاپائیت پر یقین نہیں رکھتا لیکن وہ عمومی علم رکھنے والے شخص کو نہ یہ حق دیتا ہے اور نہ دے سکتا ہے کہ وہ اجتہاد کا اہم اور محنت طلب فریضہ اپنے ہاتھ میں لے۔ اجتہاد کا دروازہ بلاشبہ کھلا ہے لیکن داخلے کا حق صرف ان لوگوں کو حاصل ہے جو اجتہاد کی تمام شرائط پوری کرتے ہوں، یعنی علم دین بھی رکھتے ہوں اور پارسائی کی زندگی بھی بسر کرتے ہوں۔

میں اس سے پہلے اجتہاد کی دو اقسام، ایک مطلق اور دوسری اضافی کا ذکر کر چکا ہوں۔ اگر ہم گزشتہ صدی کے اسلامی ادب میں قانون سازی کے حالیہ مضمرات کا مطالعہ کریں جس کا آغاز اکثر اسلامی ممالک میں اس صدی کے ربع اول میں ہوا تو ہمیں بہت سی ایسی قانونی دفعات ملیں گی، خصوصاً عائلی قوانین جن میں اضافی اجتہاد سے کام لیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر ترکی، پاکستان اور ایران کے قوانین ہیں جن کی رو سے ہر ملک کے اپنے اپنے قوانین نکاح میں بعض جزئی اختلافات کے ساتھ ضروری قرار دیا گیا ہے کہ طلاق کا اندراج یا توثیق ریاست کی مقرر کردہ کسی ہیئت (اتھارٹی) سے کروائی جائے۔ تعدد ازدواج کے معاملے میں بھی عراق، شام، مراکش، اردن، پاکستان اور کچھ دیگر اسلامی ممالک میں مردوں کے اس بلاقید اختیار پر پابندیاں عائد کر دی گئی ہیں کہ وہ بیک وقت ایک سے زیادہ بیویاں اپنے نکاح میں رکھ سکتے ہیں، تاہم

تیونس کے قانون میں تعدد ازواج پر مکمل پابندی لگادی گئی ہے۔ اس معاملے میں تیونس کا قانون دیگر مسلم ممالک کے مقابلہ میں منفرد ہے۔

مصر میں تمام طلاقیں، سوائے اس طلاق کے جو دخول سے پہلے دی گئی ہو یا وہ جس کا معاوضہ لے لیا گیا ہو یا وہ تین طلاقیں جو تین طہر میں دی گئی ہوں، 1992ء کے قانون کی رو سے رجعی قرار دے دی گئی ہیں۔ سوڈان میں ایکٹ 1953ء کے مطابق ایک وقت میں دی گئی تین طلاقوں کو ایک رجعی طلاق قرار دے دیا گیا ہے۔ شام میں بھی ایکٹ 1953ء کی رو سے ایسا ہی قانون اپنا لیا گیا ہے جیسا مصر میں رائج ہے۔ عراق، مراکش اور اردن میں بھی انہی خطوط پر قانون بنائے گئے ہیں، تاہم لبنان اور انڈونیشیا میں ایک مجلس میں دی گئی تین طلاقیں کو غیر رجعی سمجھا جاتا ہے اور مرد کے لیے یہ جائز نہیں کہ حلالہ کے بغیر اس عورت سے دوبارہ نکاح کرلے۔ ہندوستان کے مسلمانوں میں بھی یہی صورت رائج ہے۔ پاکستان میں عائلی قوانین کے آرڈی نینس مجریہ 1961ء کے تحت طلاق سوائے اس صورت کے جبکہ اس سے رجوع کر لیا گیا ہو، یونین کمیٹی کے چیئرمین کو خاوند کی جانب سے جس نے طلاق دی ہے قطع نظر اس امر کے کہ ایک طلاق دی ہے یا دو یا تین یا زیادہ طلاقیں اور یہ کہ ایک وقت میں دی ہیں یا مختلف اوقات میں طلاق کا نوٹس ملنے کی تاریخ سے نوے دن گزر جانے کے بعد موثر ہوتی ہے۔

قانون وراثت میں روایتی قانون کے مطابق یتیم پوتے پوتیاں اپنے دادا کی وراثت سے محروم رہتے ہیں، لیکن مصر کے قانون انتظام وصیت مجریہ 1964ء کے تحت لازمی میراث کا طریقہ رائج کیا گیا ہے جس کے مطابق یتیم پوتوں اور پوتیوں کو اپنے دادا کی میراث میں اتنے حصے کا مستحق قرار دیا گیا ہے جتنا حصہ ان کے والدین کو زندہ ہونے کی صورت میں ملتا۔ تاہم یہ حصہ کل میراث کے ایک تہائی حصے سے زیادہ نہیں ہو سکتا۔ لازمی میراث کا یہ طریقہ شام نے ۱۹۵۳ء میں، تیونس نے 1957ء میں، مراکش نے 1958ء میں اور عراق نے 1959ء میں اپنایا۔ تاہم شامی اور مراکشی قوانین کے مطابق لازمی میراث کا یہ طریقہ صرف فوت شدہ بیٹے کی اولاد تک محدود ہے۔ فوت شدہ بیٹی کی اولاد پر اس قانون کا اطلاق نہیں ہوتا۔ اس کے برخلاف پاکستان میں عائلی قوانین کے آرڈیننس مجریہ 1961ء کی رو سے دادا کی میراث میں یتیم پوتے پوتیوں اور نواسے نواسیوں کے حصے کے متعلق قرار دیا گیا ہے کہ اگر جانشینی کا آغاز ہونے سے پہلے مورث کا کوئی بیٹا یا بیٹی وفات پا چکی ہو تو اس بیٹے یا بیٹی کی اولاد جو آغاز جانشینی کے وقت زندہ موجود ہو، حسب مراتب اس حصے کے مساوی حصہ وصول کرلے گی جتنا حصہ اس بیٹے یا بیٹی کو ملتا اگر وہ زندہ ہوتے۔ اس معاملے میں پاکستان کا قانون دیگر اسلامی ممالک کے قانون سے بالکل مختلف ہے۔ اوقاف کے معاملے میں، جن میں وقف علی الاولاد بھی شامل ہے، مصر کے قانون وقف مجریہ 1946ء کی رو سے بنیادی تبدیلیاں بروئے کار لائی گئی ہیں، یہاں تک کہ اگر وقف خیراتی ہو تو یہ عارضی اور مستقل

دونوں صورتوں میں جائز ہے، لیکن اگر وقف خیراتی نہ ہو تو مستقل طور پر اسے وقف کرنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی چنانچہ وقف علی الاولاد کی مدت حیات واقف کو مستی کرتے ہوئے صرف ئے صرف دو نسلوں یا ساٹھ سال تک جو بھی پہلے ختم ہو محدود کر دی گئی ہے۔ تاہم کسی مسجد کے وقف یا مسجد کے حق میں وقف کو، اگر وہ محدود مدت کے لیے ہو تو اسے ناجائز قرار دے دیا گیا ہے۔ یہ ضروری ہے کہ ایسا وقف مستقل بنیادوں پر کیا جائے۔ لبنان میں بھی اوقاف کی قانونی حیثیت یہی ہے جبکہ بہت سے دوسرے ممالک میں جہاں مسلمان آباد ہیں، اوقاف کا روایتی قانون رائج ہے۔ ان سب مثالیں پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ان معاملات میں اجتہاد کیا گیا ہے یہ الگ معاملہ ہے کہ بعض معاملات میں اجتہاد صحیح نہیں ہوا۔

خلاصہ:

اجتہاد کے میدان میں یکسانیت پیدا کرنے کے لیے واحد حل یہ ہے کہ مسلم فقہا کا ایک عالمی ادارہ قائم کیا جانا چاہیے جس میں عالم اسلام کے نمایاں صلاحیت رکھنے والے محققین اور فقہا کو نمائندگی حاصل ہو۔

مجھے یقین ہے کہ اجتہاد کا عمل اپنا شاندار کردار ادا کرے گا اور جدید دور میں اسلام کی ذہنی و فکری نشاۃ ثانیہ میں براہ راست اور بھرپور حصہ لے گا۔

صرف اجتہاد ہی ایک ایسا طریقہ ہے جس کے ذریعے ہم جدید تہذیب کے چیلنج کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ اسلامی معاشرے میں اس وقت جو جمود پایا جاتا ہے، وہ ختم ہو جائے گا اور اس کی جگہ ایک نئی قوت حیات اور بالقوہ نشو و نما بروئے کار آجائے گی۔ اجتہاد امت مسلمہ کے جذباتی اتحاد کے احیا میں بھی مددگار ثابت ہو گا اور اس کے نتیجے میں بلاشبہ ساری دنیا کے مسلمان ایک دوسرے کے قریب آجائیں گے۔

حوالہ جات

[1] زبیدی، مرتضی حسین، تاج العروس من جواہر القاموس، جلد ۷، صفحہ ۴۳۵، دار الہدایہ بیروت

[2] عسقلانی، ابن حجر، شہاب الدین احمد، فتح الباری شرح صحیح البخاری، جلد ۳، صفحہ ۹۹۲، دار المعرفہ بیروت

[3] تفتازانی، سعد الدین مسعود، شرح التلویح علی التوضیح، جلد ۲، صفحہ ۴۳۲، مکتبۃ الصبیح مصر

[4] قسطلانی، شہاب الدین احمد، ارشاد الساری شرح صحیح البخاری، جلد ۱۰، صفحہ ۲۲۳۷، المطبعۃ الکبری الامیریہ مصر

[5] حقی، علامہ اسماعیل، تفسیر روح لبیان، جلد ۵، صفحہ ۵۰۵، دار الفکر بیروت

[6] قاری، ملا علی بن سلطان محمد، مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، جلد ۶، صفحہ ۴۲۲، دار الفکر بیروت

[7] عسقلانی، ابن حجر، شہاب الدین احمد، فتح الباری شرح صحیح البخاری، جلد ۳، صفحہ ۹۹۲، دار المعرفہ بیروت

[8] عینی، بدرالدین، البنایہ شرح الہدایہ، جلد۱، صفحہ ۱۲۱، دارالکتب العلمیہ بیروت

[9] تفتازانی، سعد الدین مسعود، شرح التلویح علی التوضیح، جلد ۲، صفحہ ۴۳۲، مکتبۃ الصبیح مصر

[10] افریقی، ابن منظور، لسان العرب، جلد ۲، صفحہ ۱۳۳، مکتبہ دار صادر بیروت

[11] القرآن، سورۃ النساء، آیت نمبر ۵۹

[12] ابو داود، سلیمان بن اشعث، سنن ابو داود، کتاب الاقضیہ، باب اجتہاد الرائی فی القضاء، حدیث نمبر ۳۱۲۱، مکتبہ رحمانیہ کراچی

[13] شافعی، محمد بن ادریس، الرسالہ، صفحہ ۴۷۶، محمد سعید اینڈ سنز تاجران کتب کراچی

[14] حکیم، محمد تقی، الاصول العامہ للفقہ المقارن، صفحہ ۴۶۵، مرکز التحقیقات والدراسات العلمیہ بیروت

[15] عبد الناصر، جمال، الفقہ الاسلامی المقارن، جلد ۳، صفحہ ۹، مکتبۃ الاسلامی قاہرہ مصر

[16] شیرازی، ابو اسحاق ابراہیم، اللمع فی اصول الفقہ، صفحہ ۶۸، دار الکلم الطیب دمشق بیروت

[17] آمدی، علی بن محمد، الاحکام فی اصول الاحکام، جلد ۴، صفحہ ۱۶۲، مکتبہ نور بیروت

[18] بدران، عند القادر، المدخل الی مذہب الامام احمد بن حنبل، جلد ۱، صفحہ ۱۹۱، موسستہ الرسالہ بیروت

[19] ریسونی، احمد، المقاصد عند الشاطبی، جلد ۲، صفحہ ۸، موسستہ الرسالہ بیروت

[20] البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح البخاری، حدیث نمبر ۹۴۶، مکتبہ رحمانیہ کراچی

[21] البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح البخاری، حدیث نمبر ۳۰۴۳، مکتبہ رحمانیہ کراچی

[22] تمیمی، محمد بن مسعود، تفسیر عیاشی، جلد ۱، صفحہ ۳۰۲، حق برادر مسلم سنٹر لاہور

[23] البیہقی، حمد بن حسین ابو بکر، السنن الکبری، جلد ۱، صفحہ ۱۴۲، دار الکتب العلمیہ بیروت

[24] البیہقی، حمد بن حسین ابو بکر، السنن الکبری، جلد ۱، صفحہ ۱۴۵، دار الکتب العلمیہ بیروت